تعلیم کیلئے عمر کی قید زہرِ قاتل ہے

تحریر: سہیل احمد لون

چند ماہ قبل برطانیہ کی بیکنگم یونیورسٹی کے طالب علم بریٹی گلیڈ ون (Brertie Gladwin) نے ملٹری انٹیلی جنیس میں ڈگری حاصل کی۔ جسے میڈیا نے بھرپور کوریج دی۔گلیڈ ون کی یہ تیسری ڈگری تھی مگر یہ اس لحاظ سے اہمیت کی حامل تھی کہ ڈگری کو وصول کرنے والا برطانیہ کا عمر رسیدہ طالب علم تھا۔ مارچ 2012ء میں جب گلیڈ ون نے انٹیلی جنیس میں گریجوایشن مکمل کی تو اس وقت وہ 91 برس کا تھا۔اس سے قبل برطانیہ میں 89 برس کی عمر میں ڈگری حاصل کرنے کا اعزاز ایک خاتون کے پاس تھا۔گلیڈ ون کم سنی میں روزگار کے چکر میں پڑ گیا 19 برس کی عمر میں اس نے رائل ایئر فورس جوائن کی۔ 65 برس کی عمر میں اوپن یونیورسٹی سے سایکالوجی میں بی۔اے کیا۔دوسری ڈگری مائکر بائیلوجی میں 70 برس کی عمر میں صرف دو سال میں مکمل کی۔90 برس کی عمر میں یونیورسٹی تعلیم حاصل کرتے اسے کسی قسم کی کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ بلکہ اس کی 79 سالہ بیوی نے بھی اس کی بھرپور انداز میں حوصلہ افزائی کی۔پڑھائی کے لیے عمر کی قید تو ہونی ہی نہیں چاہیے کیونکہ انسان آج ترقی کی منازل طے کرکے جس مقام پر پہنچا ہے وہ صرف تعلیم کی وجہ سے ممکن ہو سکا ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں حصول علم کے لیے عمر کی بندش کے قوانین موجود ہیں۔سکول، کالج، یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لیے عمر کی حد مقرر کی گئی ہے۔مخصوص عمر سے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں داخلہ نہیں ملتا۔شوق کا کوئی مول نہیں ......عمر کی مقرر کردہ حد سے قبل یا بعد میں اگر کسی نے شوق پورا کرنا ہو تو پرائیویٹ امتحان دے کر پورا کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ملک کی مٹی ہی بہت زرخیز نہیں بلکہ یہاں پر بہت زرخیز دماغ بھی پائے جاتے ہیں۔ برطانیہ میں 91 برس کی عمر میں گلیڈ ون نے ڈگری حاصل کر کے معمر ترین طالب علم کا اعزاز اپنے نام کیا ہے تو وطن عزیز میں بھی تعلیمی میدان میں عالمی ریکارڈ ہولڈر دیکھنے کو ملتے ہیں۔علی معین نوازش نے 23 اے لیول پاس کرنے کا ورلڈ ریکارڈ اس وقت حاصل کیا جب اس کی اپنی عمر 23 برس بھی نہ تھی۔چند ماہ قبل فیصل آباد میں پیدا ہونے والی ستارہ بروج نے صرف دس برس کی عمر میں O لیول کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کرکے دنیا میں پاکستان کا نام روشن کیا۔ چناب نگر چنیوٹ کی رہائشی ستارہ بروج کو O لیول کرنے کے لیے کہیں داخلہ اس لیے نہ ملا کیونکہ وہ کم عمر تھی۔ عالمی ریکارڈ بنانے کے لیے اسے پرائیویٹ امتحان کا طریقہ اپنانا پڑا۔اب وہ A لیول کی تیاری بھی پرائیویٹ ہی کر رہی ہے۔ترقی یافتہ معاشرے تو اپنے ہونہار طالب علم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں وہ عمر، رنگ، نسل، مذہب، ذات پات، مالی حیثیت کو بالائے طاق رکھ کر ان کو تعلیمی میدان میں اپنے جوہر دکھانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تاکہ مستقبل میں ملک و قوم کے لیے بہتر اہل علم اور اعلی اہل ہنر ثابت ہوں۔

2002ء میں ہمارے محلے گھوڑے شاہ لاہور کی ایک ہونہار بچی ناصرہ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے MSc فزکس میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ناصرہ بچپن میں ہمارے گھر اپنے دوسرے بہن بھائیوں کے ساتھ میری والدہ محترمہ سے قرآن پاک پڑھنے آتی تھی۔ دبلی پتلی

ناصرہ نے میٹرک، ایف ایس سی، بی ایس سی، میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کیں تھیں۔ اسے بچپن سے سائنسدان بننے کا شوق تھا اس کے والد جناب نورالہی ٹیلی فون کے محکمہ میں رزق حلال کمانے والے ملازم تھے۔ مزدور کی بچی ہونے کی وجہ سے پاکستان میں ناصرہ کے جنون، شوق، ذہانت، محنت، لگن اور تعلیمی میدان میں غیر معمولی کارکردگی کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی میں گولڈ میڈل لینے کے بعد اسے اٹلی کی ڈاکٹر عبدا سلام یونیورسٹی سے سکالر شپ ملا جہاں اس نے پی ایچ ڈی مکمل کی۔ اس یونیورسٹی سے ہر سال دنیا کے دس ذہین ترین طالب علموں کو سکالر شپ دیا جاتا ہے۔ ناصرہ پاکستان کی وہ واحد طالبہ ہے جسے یہ اعزاز ملا۔ پی ایچ ڈی میں نمایاں کارکردگی کی بنا پر اسے امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی سے جاب آفر ہوئی۔ اب ناصرہ ہاورڈ یونیورسٹی واشنگٹن میں لیکچرار کے عہدے پر فائز ہے۔ ہاورڈ یونیورسٹی میں پاکستانی طالب علم بھی زیر تعلیم ہیں مگر ناصرہ واحد خاتون لیکچرار ہے جس کا تعلق پاکستان سے ہے۔ ناصرہ جن گلیوں میں جوان ہوئی اسی محلے کا ایک اور ہونہار بچہ میر ولید احمد بھی ہے جس نے صرف 4 برس کی عمر میں کہانی لکھ کر سب کو حیران کر دیا۔ میر ولید احمد اب 9 برس کا ہے سٹوری رائٹنگ کا بے حد شوقین ہے اب تک اتنی کہانیاں لکھ چکا ہے کہ اسے کتابی شکل دی جاسکتی ہے، مختلف زبانیں سیکھنے کا جنون ہے، کوئی گانا لکھ کر اس کی دھن بنالیتا ہے پھر اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ انٹرنیٹ کی مدد سے کر کے انجوائے کرتا ہے، سائنسدان بننے کا شوقین ہے۔ گھر میں مختلف تجربات کر کے ماں باپ کی ڈانٹ بھی برداشت کرتا ہے، صرف 6 برس کی عمر میں ایک تھیوری پیش کی کہ کائنات جب بھی تباہ ہوگی سولر سسٹم میں خرابی کی وجہ سے ہوگی، سکول میں ٹیچر اس کے مشکل سوالوں سے تنگ ہیں اور اس کے غیر معمولی ذہانت سے حیران بھی۔ مگر بدقسمتی سے میر ولید ایک محنت کش کا بیٹا ہے اس کے والدین غیر معمولی صلاحیت کے مالک بچے پر خاص توجہ اس لیے نہیں دے سکتے کیونکہ ان باقی تین میں دو بچے معذور ہیں۔ ستارہ بروج کو بھی سائنسدان بننے کا شوق ہے حالانکہ جو سلوک ہم نے اپنے سائنسدانوں کے ساتھ کیا ہے اسے دیکھ کر بھی سائنسدان بننے کی خواہش کا اظہار کرنا جراتِ ملالہ سے کم نہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ وطن عزیز میں ٹیلنٹ یا تو مناسب موقع نہ ملنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی اور فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر ہم صرف آخری دہائی کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ وطن عزیز سے قابل ترین طالب علم جنھوں نے یونیورسٹیوں میں نمایاں پوزیشن لیں آج ان میں اکثریت پاکستان سے باہر ہے۔ پاکستان میں اکثر ینگ ڈاکٹرز ہڑتال پر ہوتے ہیں مگر ان کے جائز مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے تنگ آ کر وہ بھی بیرون ملک چلے جائیں گے۔ حکومت کو کیا پروا، سابقہ وزیر اعظم تو کہتے تھے یہ ملک چھوڑتے کیوں نہیں؟ کس نے ان کو روکا ہے؟ امریکہ برطانیہ اور مشرق وسطی میں دیکھا جائے تو اعلی ترین ڈاکٹرز، انجینئر ز، اور دیگر اہل ہنر مثالی پیشہ ورانہ مہارت کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ وطن عزیز میں المیہ یہ ہے کہ قابلیت کو نہیں بلکہ مالی حیثیت اور رتبے کو دیکھا جاتا ہے۔ جس تیزی سے پاکستان کی کریم نامناسب حالات کی وجہ سے دوسرے ممالک کا رخ کر رہی ہے اگر حالات ایسے ہی رہے تو چند سالوں بعد ملک میں ایوریج لوگ ہی رہ جائیں گے جو ایک مخصوص گروہ کی گرفت میں ہونگے۔ تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ کسی قوم کی ترقی اس کے اہل علم، اہل وہنر اور اہل دانش پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ تعداد میں بہت کم مگر کام میں بہت موثر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کو خصوصی قابلیت، سوچ، فکر اور ہنر سے نوازا ہوتا ہے جو ان کو عام انسان سے ممتاز کرتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل تعلیمی میدان میں غیر معمولی کارکردگی کے حامل طالب علموں کو خادم اعلیٰ نے

برطانیہ اور یورپ کی سیر کے لیے بھیجا۔ لیکن خالی سیر کروانے سے کیا فرق پڑے گا؟ سیر تو ہمارے حکمران بھی بہت کرتے ہیں مگر یہاں کا نظام دیکھ کر سمجھ نہیں پاتے یا سمجھ کر اسے اپنے ملک میں نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ ورنہ ہمارے ملک میں بھی تعلیم عام ہوتی، تعلیم کے لیے عمر کی حد نہ ہوتی بلکہ کم از کم میٹرک تک تعلیم لازمی ہوتی اور غریب کے لیے مفت ہوتی، امیر اور غریب بچوں کا نظام تعلیم اور نصاب یکساں ہوتا، عدل وانصاف بلا امتیاز ہوتا، علاج معالجے کے خوف سے غریب اپنے مرنے کی دعائیں نہ کرتا۔ ہم بقا کی جنگ قلم کے ہتھیار کے بغیر کبھی نہیں لڑ سکتے۔ پڑھنے لکھنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں، اس کی اہمیت سے انکار کوئی انسان اور خاص طور پر ایک مسلمان کبھی نہیں کرسکتا۔ آپ ؐ پر قرآن پاک کی پہلی وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ ہی ''پڑھ'' تھا۔ اگر گلیڈ ون 91 برس میں گریجوایشن کرسکتا ہے تو ہمارے ننھے ستاروں کو بھلا کامرانیوں کے فلک پر ٹمٹمانے کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا؟ کتنے افسوس کی بات ہے جب ان ستاروں کو عروج ملتا ہے تو ان کی روشنی سے ہمارا ملک منور نہیں ہوتا کیونکہ ان پر کوئی اور کمند ڈال چکا ہوتا ہے۔ او ہم، البرٹ آئین سٹائن، پاسکل، نیوٹن، ڈاکٹر قدیر اور ڈاکٹر عبداسلام جیسے لوگوں کو اگر بچپن میں حالات اور مواقع نہ ملتے تو وہ ایسے کارنامے انجام نہ دے پاتے جس سے آج بھی ان کا نام عزت سے لیے جاتے ہیں۔ پاکستان کی اکثریتی آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے اگر ہم نے نوجوان نسل کے حقیقی ٹیلنٹ کی قدر نہ کی تو ہمارا مستقبل، حال سے بھی بھیانک ہوگا اور اُس وقت سے سے اللہ کی پناہ ہی مانگی جاسکتی ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

30-10-2012.